13

یہ دن بہت گھبراہٹ اور خطرہ کے ہیں
دعائیں کرو، دعائیں کرو اور دعائیں کرو

(فرمودہ 11،اپریل 1941ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے اور اس کی تمام مخلوق میں یہ قاعدہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اس نے ہر ایک مخلوق کو اس کے حالات کے مطابق ایک بچاؤ کا سامان دیا ہوا ہے۔ جانوروں میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کو اللہ تعالیٰ نے ایسے پنجے دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے پر حملہ کرنے والوں سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، بعض کو اس نے ایسی چونچیں دی ہیں جن سے وہ اپنا بچاؤ کر لیتے ہیں۔ بعضوں کو اس نے ڈنک دیئے ہیں جن سے وہ اپنی حفاظت کر لیتے ہیں، بعض کی لاتوں میں اس نے اتنی طاقت پیدا کر دی ہے کہ جب کوئی حملہ کرے تو وہ زور سے لات مارتے ہیں بعض کے سر میں ایسی طاقت دی ہے کہ اس سے دشمن کو زیر کر لیتے ہیں یا کم سے کم اپنا دفاع کر لیتے ہیں ، بعض کو اس نے ایسے چکنے جسم دیئے ہیں کہ ہاتھ سے پکڑا جائے تو فوراً چھوٹ جائیں، بعض کو پر دیئے ہیں جن سے وہ ہوا میں اڑ جاتے ہیں بعض کو پانیوں میں رکھا ہے کہ انسانوں کی نظروں سے اوجھل رہیں، بعض کو اتنا چھوٹا بنایا ہے کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کے پیچھے چھپ کر جان بچا لیتے ہیں پھر بعض ایسے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں اور ان کے پاؤں کے نیچے دب جانے کا خطرہ

ہوتا ہے۔ ان کو اس نے ایسی طرز پر سمٹنے کی طاقت دی ہے کہ پاؤں کے نیچے آ کر بھی وہ زندہ رہتے ہیں۔ بیر بہوٹی کتنا چھوٹا سا کیڑا ہے۔ بچپن میں ہم اس سے کھیلا کرتے تھے اور برسات کے موسم میں بچے بالعموم اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے خدا تعالیٰ نے ایسی سمٹنے کی طاقت دی ہے کہ پکڑنے لگیں تو مُردہ کی طرح گر پڑتا ہے اور پاؤں کے نیچے آ کر بھی بچ جاتا ہے۔ چیونٹا کیا چھوٹی سی چیز ہے مگر اس کے مُنہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت دی ہے کہ جب وہ آدمی کو کاٹتا ہے تو قوی سے قوی آدمی بھی بلبلا اٹھتا ہے۔ اس کے مُنہ میں ایسی طاقت ہے کہ جب وہ کسی کو کاٹے تو انسانی جسم سے اس کا چُھڑانا قریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

مجھے بچپن کا اپنا ہی ایک واقعہ یاد ہے۔ میری عمر کوئی پانچ چھ سال کی ہو گی میرے ہاتھ میں مٹھائی تھی غالباً پیڑا تھا جو مَیں کھا رہا تھا۔ کوئی شخص ہماری ڈیوڑھی کے آگے جانور ذبح کر رہا تھا اور بچے وہاں بیٹھ کر دیکھ رہے تھے۔ مَیں بھی وہاں بیٹھا دیکھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ مٹھائی بھی کھاتا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے مَیں نے اپنا ہاتھ کہیں نیچا کیا اور کوئی چیونٹا چڑھ گیا۔ جب مَیں نے بغیر دیکھے مٹھائی کو مُنہ میں ڈالنا چاہا تو اس نے میرے ہونٹ پر کاٹ لیا۔ جو شخص جانور ذبح کر رہا تھا اس نے اسے چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر اس نے نہ چھوڑا اور آخر اس نے چھری کے ساتھ اسے کاٹ دیا۔ گویا وہ مر کر وہاں سے چھوٹا۔

تو دیکھو کتنا چھوٹا سا کیڑا ہے مگر اس کی بھی حفاظت کا سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے۔ گھونگا کتنا نازک ہوتا ہے اس کے ننگے جسم پر پاؤں پڑ جائے تو فوراً مر جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک سخت خول بنا دیا ہے جس کے اندر وہ چھپ جاتا ہے۔ مچھلی کتنا نازک جانور ہے مگر دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسے کیسا سخت کانٹا دیا ہے جب وہ کانٹا مارتی ہے تو بڑے سے بڑا آدمی بلبلا اٹھتا ہے۔ بلی گھریلو جانور ہے مگر عورتیں اور بچے بالعموم اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں آنکھیں نہ نوچ لے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے چھلانگ لگانے کی طاقت اور تیز پنجے دیئے ہیں اور جب وہ

چھلانگ لگا کر کسی پر حملہ کرے تو وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ بٹیر تلیر وغیرہ کیسے چھوٹے چھوٹے پرندے ہیں لیکن جب کوئی شخص انہیں پنجرے سے نکالنے لگے اور وہ چونچ ماریں تو آدمی گھبرا کر ہاتھ باہر کھینچ لیتا ہے۔

تو کوئی چیز ایسی نہیں جس کی حفاظت کا سامان اللہ تعالیٰ نے نہ کیا ہو۔ انسان ہی ایک ہے جس کی حفاظت کا کوئی ظاہری سامان نہیں یعنی اسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے ویسے ہاتھ دیئے ہیں جیسے بعض جانوروں کو پنجے، نہ ویسے ہونٹ دیئے ہیں جیسے بعض کو چونچ، نہ ویسی لاتیں دی ہیں جیسی دوڑ کر جان بچانے والے جانوروں کو دی ہیں، نہ اس کا قد اتنا چھوٹا بنایا ہے کہ وہ چھپ کر اپنا بچاؤ کر سکے، نہ پر دیئے ہیں کہ ہوا میں اڑ جائے اور نہ اسے پانی کے نیچے رہنے والا بنایا ہے کہ اس کی سطح کے نیچے چھپ جائے۔ سب سے ننگا وجود یہی ہے اور سب سے ننگا رہنے کا حکم اسے ہی دیا گیا ہے۔ اسے سطح زمین پر رہنے کا حکم ہے اور قانون قدرت ہی ایسا ہے کہ اس کی صحت کے لئے جو سامان ہیں مثلاً سورج اور ہوا وغیرہ یہ بھی سطح زمین پر رہنے سے ہی وابستہ ہیں۔ سانپ اور گھیسیں وغیرہ کئی ایسے جانور ہیں جو چھ چھ ماہ تک زمین کے نیچے ہوا اور پانی کے بغیر رہتے ہیں مگر انسان تین دن بھی ایسی جگہ نہیں رہ سکتا۔ مچھلی پانی میں بہت لمبا غوطہ لگا سکتی ہے، پرندے ہوا میں کس طرح اڑتے ہیں مگر انسان نہ زمین کے نیچے رہ سکتا ہے، نہ پانی میں دیر تک غوطہ لگا سکتا ہے اور نہ ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ اس کی حفاظت کا سامان اللہ تعالیٰ نے اس کے دماغ میں رکھا ہے اور یہ دماغ سے کام لے کر چونچوں اور پنجوں کی جگہ، مچھلی کے کانٹے کی جگہ، ہاتھی کے سونڈ کی جگہ، گھوڑے اور گدھے کے کُھر کی جگہ تلوار نکالتا ہے، نیزے اور خود استعمال کرتا ہے اور گھونگے کے خول کی بجائے زرہ بکتر پہنتا ہے۔ توپیں، بندوقیں، مشین گنیں، بم اور ہوائی جہاز کام میں لاتا ہے اور ان ذرائع سے اپنی حفاظت کرتا ہے مگر انسانی تمدن ایسا ہے کہ باوجودیکہ ایسی ایجادات کی قابلیت اللہ تعالیٰ نے اس کے دماغ میں رکھی ہے پھر بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ حصہ مخلوق کا

ان چیزوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ یہ محکوم قومیں ہوتی ہیں جن کو حاکم اقوام بندوق، توپ، تفنگ اور دیگر آلات حرب رکھنے سے روک دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو بغیر سامانِ حفاظت کے بنا کر بتایا ہے کہ اسے اپنی حفاظت کے لئے بیرونی سامان درکار ہیں۔ مگر غالب حکومتیں حکم دیتی ہیں کہ محکوم قوم کو ان سامانوں کے اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً بندوقوں کی اجازت نہیں، توپوں کی اجازت نہیں یا مثلاً یہ ہوائی جہازوں کا زمانہ ہے ان کی اجازت نہیں۔ غرض ہر زمانہ کے لحاظ سے جو سامان حفاظت کے ہیں حاکم اقوام محکوم اقوام کو ان سے محروم کر دیتی ہیں اور وہ کوئی بھی سامان اپنی حفاظت کا نہیں رکھ سکتیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ پھر ایسے لوگوں اور ایسی قوموں کی حفاظت کا کیا ذریعہ ہے؟ وہ خدا جس نے گھونگے کی حفاظت کے لئے خول دیا ہے، طوطے کو کاٹنے والی چونچ دی ہے، مرغی بٹیر اور تلیر تک کو چونچ دی ہے، جس نے بلی کو تیز ناخن اور کودنے کی طاقت دی ہے، جس نے مچھلی کو پانی کی سطح کے نیچے چھپا دیا ہے اور پرندوں کو ہوا میں اڑنے کے لئے پر بخشے ہیں اس نے بے شک انسان کو دماغی قابلیت دی ہے مگر اس کے نتیجہ میں ایسی قومیں بھی ہیں جنہوں نے دماغی طاقتوں سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور بعض دوسری قوموں کو محروم کر دیا۔ دنیا میں باقی جو جاندار ہیں ان میں سے کسی ایک کو کبھی بحیثیت قوم کوئی حفاظت کے سامان سے محروم نہیں کر سکتا۔ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ میں یہ طاقت نہیں کہ حکم دے سکے کہ آئندہ کے لئے کبوتروں یا چڑیوں کے پر نہیں ہوں گے یا یہ کہ آئندہ مچھلیاں پانیوں میں نہیں رہیں گی یا سانپ اور گھیسیں زمین کے نیچے نہ رہ سکیں گے۔ دنیا کی کوئی حکومت یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ بلیوں کے پنجے نہیں ہوں گے۔ مگر دنیا میں ایسے انسان ضرور ہیں جو دوسرے انسانوں کو ان کی حفاظت کے سامانوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ جب ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ قوموں کی قومیں حفاظت کے ظاہری سامان کے استعمال سے محروم کی جاسکتی ہیں تو ایسے لوگ کیا کریں۔ اس کے تو

یہ معنی ہوئے کہ کوؤں ، تلیروں، بٹیروں اور کبوتروں کی حفاظت کے سامان تو ہیں، سانپ اور بچھو کے بچاؤ کے سامان قدرت نے رکھے ہیں مگر انسان کو ایسا بنایا ہے کہ اس کے ایک طبقہ کو حفاظت کے سامانوں سے محروم کیا جا سکتا ہے مگر کیا اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور پھر اسے حفاظت کے سامانوں سے محروم کر دیا ہو۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ بے انصاف نہیں اس نے ہر قوم کی حفاظت اور ترقی کے سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ جب یہ ممکن ہے کہ بعض قومیں دوسری قوموں کو ان سامانوں سے محروم کر دیں تو پھر ان کی حفاظت کا کیا سامان ہے۔

قرآن کریم نے ایسے لوگوں کی حفاظت کا سامان بھی بتایا۔ چنانچہ فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۔1 غالب اقوام کمزوروں کو حفاظت کے سامانوں سے محروم کر دیتی ہیں اوران کو دبا لیتی ہیں، نہتّا کر دیتی ہیں۔ گویا ان کے پر کاٹ دیتی ہیں اور یہ افراد کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور قوموں اور ملکوں کے ساتھ بھی۔ جانوروں کے ساتھ کوئی یہ سلوک نہیں کر سکتا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی دس بیس یا سو پچاس کبوتروں کے پر کاٹ دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو مچھلی پکڑی جائے اس کے کانٹے اُڑا دیئے جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جو سانپ پکڑا جائے اس کی کُچلیاں توڑ دی جائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ کسی ملک کے سارے کبوتروں کے پر کاٹے جا سکیں۔ کسی ملک کے پانیوں میں رہنے والی سب مچھلیوں کے کانٹے اڑا دئے جائیں اور کسی ملک کے سارے سانپوں کو زہر کی کُچلیوں سے محروم کر دیا جائے۔ مگر انسانوں کے متعلق یہ ممکن ہے اس لئے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے علیحدہ طاقت بھی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو تو اس وقت ایسے لوگوں کی توپ، بندوق، بم، مشین گن اور ہوائی جہاز دعا ہے۔ دعا ہی ایسے وقت میں اس کا ہتھیار بن جاتا ہے۔ وہی اس کی حفاظت کا سامان بن جاتا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا

ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ 2 یعنی کون ہے جو مضطر اور بے بس کی دعا کو سنتا ہے جس کی حفاظت کے سارے سامان اس سے چھین لئے جاتے ہیں اس کی آواز کو کون سنتا ہے؟ فرمایا اللہ۔ فرمایا ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انبیاء اور ان کی جماعتیں دنیا کے ظلموں سے تنگ آجاتی ہیں اور گھبرا کر پکارتی ہیں کہ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ 3۔ یعنی ہمارے سامان جاتے رہے ہیں ہمارے ہتھیار چھین لئے گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی مدد ہماری نصرت کب کرے گی؟ اب خدا تعالیٰ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ آواز انسان کے دل سے نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ 4۔ یعنی سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد قریب آ پہنچی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسانی نسل بعض اوقات ان سامانوں سے محروم ہو جاتی ہے جو بظاہر حفاظت کے لئے ضروری ہیں مگر اس وقت ان کے لئے دعا کا ہتھیار ہوتا ہے۔ انبیاء کی جماعتوں کے قیام میں اللہ تعالیٰ کو چونکہ قدرت نمائی مقصود ہوتی ہے اور وہ چونکہ بتانا چاہتا ہے کہ مَیں نے ہی انہیں قائم کیا ہے مَیں ہی ان کی حفاظت کروں گا اس لئے وہ ان کو ظاہری سامانوں سے محروم کر دیتا ہے تا وہ ایک ہی ہتھیار کو سامنے رکھیں یعنی خدا تعالیٰ کی امداد کا ہتھیار۔

ہماری جماعت بھی اللہ تعالیٰ کے نبی اور مامور کے ذریعہ قائم ہوئی ہے اس لئے سنّت اللہ کے مطابق خاص طور پر کمزور ہے۔ بے شک ہندوستان میں باقی قومیں بھی ظاہری ہتھیاروں سے محروم ہیں۔ ہندو، سکھ، دوسرے مسلمان کسی کو بھی اجازت نہیں لیکن پھر بھی ان کو ایک اور ہتھیار حاصل ہے۔ یعنی جتھہ کا ہتھیار۔ مگر ہم اس سے بھی محروم ہیں۔ ان کے بڑے بڑے جتھے ہیں اور حکومت کو ان کو خوش رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری حکومتیں بھی ان کو خوش رکھنا چاہتی ہیں مگر ہمارا کوئی جتھہ بھی نہیں اور اس لئے ہمیں خوش رکھنے کی کسی کو بھی ضرورت نہیں۔

کہتے ہیں کسی بیل کے سینگ پر کوئی مچھر بیٹھ گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد خود ہی کہنے لگا کہ میاں بیل! میں تمہارے سینگ پر بیٹھا ہوں اگر تمہیں تکلیف محسوس

ہوتی ہو تو اُڑ جاؤں؟ بیل نے کہا مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں لگا کہ تم بیٹھے کب ہو۔ یہی حالت ہماری ہے ہمارا کھڑا ہونا اور بیٹھنا کسی کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ہمارا جتھہ کوئی نہیں۔ دنیا جس چیز کا ادب و احترام کرتی ہے وہ ہمارے پاس نہیں۔ دنیا میں یا تو طاقت اور قوت کا احترام کیا جاتا ہے اور یا پھر جتھوں کا۔ جتھے والی قومیں بھی جب کھڑی ہو جائیں تو حکومت کے لئے مشکلات پیدا کر دیتی ہیں مگر ہمارے پاس تو یہ بھی نہیں اس لئے ہمارا ہتھیار صرف دعاؤں کا ہی ہتھیار ہے اور ہمیں دعاؤں پر خاص زور دینا چاہئے۔ ہمارا واحد ہتھیار دعا ہے اور جس شخص کے پاس ایک ہی ہتھیار ہو وہ اگر اسے بھی پھینک دے تو اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ خُذُوْا حِذْرَكُمْ 5 یعنی اپنے ہتھیار ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرو۔ جن کے پاس تلواریں اور بندوقیں ہیں ان کو تلواریں اور بندوقیں اپنے پاس رکھنے کا حکم ہے لیکن جن کے پاس یہ نہیں ان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ہتھیار اسی صورت میں مفید ہوتا ہے جب اسے استعمال کیا جائے۔ کسی شخص کے پاس اگر اچھی سے اچھی تلوار ہو لیکن وہ اسے دور پھینک دے اور دشمن حملہ کرے تو وہ تلوار اسے کیا فائدہ دے سکتی ہے؟ کسی کے پاس بہت اعلیٰ بندوق ہو لیکن وہ غلافوں میں بند گھر میں پڑی ہو اور ڈاکو اسے جنگل میں گھیر لیں تو وہ بندوق اس کے کس کام کی؟ اسی طرح کسی کے پاس توپیں اور ہوائی جہاز بھی ہوں لیکن وہ صندوقوں میں بند ہوں اور ان کو استعمال میں نہ لایا جائے تو ان کا کیا فائدہ؟

اسی طرح دعا، گو ایک زبردست ہتھیار ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ مانگی جائے۔ جس طرح تلوار، بندوق، توپ وغیرہ ہتھیاروں کے لئے ضروری ہے کہ ان کو استعمال کیا جائے۔ جس طرح بم اُس وقت مفید ہو سکتے ہیں جب وہ دشمن پر پھینکے جائیں اسی طرح دعا بھی اسی وقت کام دے سکتی ہے جب وہ مانگی جائے۔

صرف مُنہ سے کہتے رہنا کہ ہمارے پاس دعا کا ہتھیار ہے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ رات دن دعاؤں میں لگے رہیں۔ یہ دن بہت نازک ہیں ایسے نازک کہ اس سے زیادہ نازک دن دنیا پر پہلے کبھی نہیں آئے اور پھر ہمارے جیسی نہتّی اور کمزور قوم کے لئے تو یہ بہت ہی نازک ہیں۔ایک جہاز بھی اگر آ کر بم پھینکے تو ہم تو اس کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔کیا ہم اس پر تھوکیں گے؟ موجودہ جنگ کی تباہی و بربادی کا ایک نیا پہلو ہمارے سامنے آیا ہے۔ یعنی بلگریڈ 6؎ کی بربادی، کئی لاکھ کی آبادی کا شہر 24 گھنٹوں کے اندر اندر تباہ ہو گیا اوروہاں سوائے لاشوں اور اینٹوں کے ڈھیروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ایک بچہ کسی سوراخ سے سر نکال کر دیکھتا ہے کہ میرے ماں باپ کہاں ہیں مگر اسے ہر طرف سوائے اینٹوں کے ڈھیر کے کچھ نظر نہیں آتا۔عورتیں جھانکتی ہیں کہ ہمارے خاوند یا باپ یا بھائی کہاں ہیں مگر سوائے تباہ شدہ مکانوں اور عمارتوں کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔مِیلوں میں آباد شہر اب سوائے کھنڈرات کے کچھ نہیں۔اس زمانہ میں انسان کی طاقتِ مقابلہ کی حیثیت ہی کیا رہ گئی ہے؟ اور جب لاکھوں انسانوں کی آبادیوں والے شہر اس طرح اڑ سکتے ہیں تو گاؤں کا ذکر ہی کیا؟ ایسے ایسے بم ایجاد ہو چکے ہیں جو دو دو سو بلکہ چار چار سو گز تک مار کر جاتے ہیں۔ہمارے ملک میں اتنے بڑے گاؤں کتنے ہیں؟ بِالعموم ایسے چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں کہ ایک ایک بم سے اُڑ جائیں نہ کسی انسان کا پتہ لگے اور نہ کوئی جانور باقی رہے۔

پس یہ ایسے خطرناک حالات ہیں کہ اب بھی جو شخص اس واحد ہتھیار کو جو ہمارے پاس ہے استعمال نہ کرے اس سے زیادہ غافل کون ہو سکتا ہے؟ پس دن رات یہی فکر رہنا چاہئے، دل پر ایسا بوجھ ہو کہ اضطرار کی حالت طاری ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سن لے۔مگر مَیں نے دیکھا ہے کہ غفلت اور سنگدلی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بعض لوگ ایسے مزے لے لے کر جنگ کی خبریں بیان کرتے ہیں کہ گویا دنیا پر کوئی آفت آئی ہی نہیں۔بڑے مزے سے بیان کرتے ہیں کہ

فلاں شہر پر یوں حملہ ہوا اور فلاں جگہ اس طرح لوگ مارے گئے۔ ان کو سوچنا چاہئے کہ جو مارے جاتے ہیں وہ بھی کسی کے باپ ہیں، کسی کے بیٹے ہیں اور کسی کے بھائی ہیں۔ کوئی اپنے پیچھے روتی ہوئی بیوہ، کوئی ماں اور کوئی یتیم بچے چھوڑ رہا ہے۔ ان حالات میں ان خبروں کو پڑھتے ہوئے تو یوں محسوس ہونا چاہئے کہ گویا کسی قریبی رشتہ دار کی لاش پر انسان کھڑا ہو۔ یہ گریہ و زاری کرنے کے دن ہیں۔ ایسی گریہ و زاری جو عرشِ الٰہی کو ہلا دے۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے اور اگر زندہ خدا کی موجودگی میں ہم ان بلاؤں سے بچنے کی کوشش نہ کریں تو ہم سے زیادہ غافل کون ہو سکتا ہے۔ دنیا کو اپنے اسباب اور جنگ کے سامانوں یعنی توپوں، مشین گنوں اور ہوائی جہازوں پر بھروسہ ہے مگر ہمارا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وہ لوگ ان سامانوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ انگلستان کیا اور جرمنی کیا، جاپان کیا اورامریکہ کیا سب مرد اور عورتیں دن اور رات بم، توپیں، ہوائی جہاز اور دوسرے سامان جنگ بنانے میں لگے ہوئے ہیں مگر ہمارا کام یہ ہے کہ ہم خداتعالیٰ کے فضلوں کے بنانے میں لگ جائیں۔ جس طرح وہ لوگ دن رات چھوٹے بھی اور بڑے بھی یہ سامان بنانے میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح ہم بھی سب کے سب رات اور دن خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے میں لگ جائیں کیونکہ جب تک مقابلہ کے سامان ویسے ہی زبردست نہ ہوں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہر دعا توپ و بندوق کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ضروری ہے کہ دعا بھی اتنی ہی شاندار ہو جتنے سامانِ جنگ ہیں۔ جس طرح ان سامانوں کے بنانے میں ان لوگوں کا زور لگ رہا ہے اسی طرح دعائیں کرنے میں ہمیں زور لگانا چاہئے تا اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی ان چیزوں سے حفاظت کرے۔ یاد رکھو کہ ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت اور اس کے تازہ شعائر ہماری حفاظت میں ہیں ہم کس طرح ان کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ اگر ہمارے مقابر پر ایک بھی بم گرے تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور ان کو کیسے بچا سکتے ہیں؟ ہم اسی وقت حفاظت کر سکتے ہیں جب ہم آسمان پر ان سے بہت زیادہ سخت بم بنانے میں لگ

جائیں۔ وہ طیارے، وہ بحری اور ہوائی جہاز اور وہ گولہ بارود تیار کریں جو ان بموں، توپوں، جہازوں اور گولوں کو اڑا کر پھینک دیں اور یہ چیزیں ہم آسمان پر دعاؤں کے ذریعہ ہی تیار کر سکتے ہیں اور دعائیں بھی وہ جو رات اور دن گھبراہٹ، کرب اور اضطراب سے کی جائیں اور جو اسی کوشش اور التزام سے کی جائیں جس طرح دوسرے لوگ سامان تیار کرتے ہیں۔ جب تک ہماری یہ حالت نہ ہو، مقابلہ میں کامیابی کی امید فضول ہے۔ ان دنوں کو غفلت میں نہ گزارو۔ خبریں پڑھو تو چاہیئے کہ تمہارے دل کانپ جائیں اور ان سے عبرت حاصل کرو اور اس طرح نہ ہو جس طرح قرآن کریم میں ہے کہ کافر لوگ جب عبرت کے سامان دیکھتے ہیں تو اندھوں کی طرح ان پر سے گزر جاتے ہیں۔7 چاہیئے کہ رات دن گریہ و زاری میں گزریں آج وہ زمانہ نہیں کہ ہنسو زیادہ اور روؤ کم۔ انسان کو چاہیئے کہ آج روئے زیادہ اور ہنسے کم۔ بلکہ چاہیئے کہ انسان روئے ہی روئے اور ہنسی اس کے لبوں پر بہت ہی کم آئے تا آسمان سے وہ سامان پیدا ہوں جو ہماری بھی اور دوسرے لوگوں کی بھی کہ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ان تباہ کن سامانوں سے حفاظت کر سکیں۔ ذرا غور کرو کہ ایک منٹ میں آ کر گولہ لگتا ہے یا مائن پھٹتی ہے اور چشم زدن میں ہزار دو ہزار انسان سمندر کی تہ میں پہنچ کر مچھلیوں کی خوراک بن رہے ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو کہیں ایک لاش بھی باہر پڑی ہوئی مل جائے تو دل دہل جاتا ہے۔ مگر یہاں تو ہزاروں لاشیں روزانہ سمندر میں غرق ہو رہی ہیں۔ انگریزی بحری جہازوں کے ڈوبنے کی اوسط ہفتہ وار ساٹھ ہزار ٹن ہے اور بعض دفعہ تو دو لاکھ بیس ہزار ٹن تک بھی جہاز ڈوبے ہیں۔ یہ جہاز جو کراچی اور بمبئی وغیرہ میں چلتے ہیں عام طور پر چودہ پندرہ سو ٹن کے ہوتے ہیں۔ اور یہ عام طور پر سامان لے جانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان میں چار پانسو سواریاں ہوتی ہیں۔ پس ساٹھ ہزار ٹن جہازوں کے غرق ہونے کے معنی یہ ہوئے کہ چھ ہزار جانیں ہر ہفتہ سمندر کی تہہ میں پہنچ جاتی ہیں۔ اتنے برطانوی لوگ گویا ہر ہفتہ ڈوبتے ہیں۔ گو ان میں سے

بہت سے بچا لئے جاتے ہیں مگر وہ امید نہیں چھوڑتے۔ پھر کتنے افسوس کا مقام ہو گا اگر ہم جو زندہ قوم ہیں امید چھوڑ دیں۔ پس بہت گریہ و زاری کرو۔

یہ مت سمجھو کہ ہم آرام سے ہیں۔ ایک زمیندار جو اپنی زمین میں ہل چلاتا ہے یہ مت سمجھے کہ مجھ تک کون پہنچ سکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ہل ہی میری دنیا ہے باقی دنیا سے مجھے کیا سروکار۔ بموں نے اب دور و نزدیک کا سوال ہی نہیں رہنے دیا۔ کیا پتہ کہ کل اس کا ہل سلامت رہ سکے یا نہ اور کون کہہ سکتا ہے کہ کل اس کے ماں باپ اور بیوی بچے اس کی آنکھوں کے سامنے زخمی نہ پڑے ہوں گے۔ پس دعائیں کرو، دعائیں کرو اور دعائیں کرو اور جنگ کی خبروں کو ہنسی سے نہ پڑھو۔ بلکہ اگر کوئی اس طرح پڑھے تو اسے کہو کہ تو کیا سنگدل اور غافل ہے۔ خود بھی دعائیں کرو اور اسے بھی تحریک کرو اور اتنی دعائیں کرو کہ عرشِ الٰہی ہل جائے اور خدا تعالیٰ کا فضل دنیا کو بھی اور ہمیں بھی بچا لے۔ بے شک یہ عبرت کے سامان ہیں جن سے لوگوں کو ہدایت ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ دنیا کو تباہ کئے بغیر بھی ہدایت دے سکتا ہے۔ پس آج مَیں یہ باتیں واضح طور پر بیان کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ گو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پھر کبھی نہ کہوں گا مگر آج مَیں نے وضاحت سے بتا دیا ہے کہ یہ دن بہت گھبراہٹ اور خطرہ کے دن ہیں ان کو رو رو کر گزارو اور ایسا اضطراب تمہارے اندر ہونا چاہیئے کہ کھانا کھانا مشکل ہو جائے اور پانی حلق میں پھنسے اور نیندیں حرام ہو جائیں اور تم سے ایسا اضطرار ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے کہ اس مومن کے اضطرار نے میرے عرش کو ہلا دیا ہے اور وہ اپنے عرش کو تسکین دینے اور ٹھہرانے کے لئے دنیا پر رحم فرمائے۔"

خطبہ ثانیہ میں فرمایا:

"یوں تو میرا ارادہ پہلے ہی اس مضمون پر بیان کرنے کا تھا مگر جب مَیں آ رہا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک احمدی جو فوج میں ڈاکٹر تھا جہاز میں جا رہا تھا کہ تار پیڈو

لگنے سے جہاز ڈوب گیا اور وہ بھی اور دوسرے سب جہازی بھی غرق ہو گئے ☆اور ہمیں کیا خبر کہ اور کتنے احمدی جو ہمارے لئے بچوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں کہاں کہاں ان کی لاشیں سمندر کے نیچے پڑی مچھلیوں کی خوراک بن رہی ہیں۔ اور ان باتوں کو دیکھتے ہوئے بھی اگر ہم چُست نہ ہوں تو پھر اور کونسا وقت آئے گا۔"

(الفضل 14 جون 1941ء)

1 البقرہ: 187 2: النمل: 63 3،4: البقرہ: 215

5 النساء: 72

6 بلگریڈ: یوگو سلاویہ کا دار الخلافہ جو دریائے سیو اور دریائے ڈینیوب کے سنگھم پر واقع ہے۔ (اردو انسائیکلو پیڈیا)

7 وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (الفرقان:74)

☆ بعد میں معلوم ہوا کہ اس احمدی ڈاکٹر کے متعلق خبر غلط تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ وہ صحیح سلامت ہیں۔